مہدی نظمیؔ کا فن اور اصناف سخن

جناب ڈاکٹر ناشر نقوی صاحب

اردو شاعری کی جملہ اصناف میں مرثیہ ہی وہ واحد صنف ہے جس نے ہر زمانے میں ظلم کے خلاف حوصلے اور انقلاب کی نئی تحریک کو جنم دیا۔ مرثیہ کے علاوہ غزل، مثنوی، قصیدہ اور داستان شاہوں اور صوبے داروں کی تفریح طبع کا سامان مہیا کرتی رہی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ان اصناف کو درباری اور سرکاری سرپرستیاں حاصل رہیں۔ مرثیہ چونکہ ابتدا سے ہی مظلوم نواز صنف رہی ہے اس لئے اسے وہ پذیرائی حاصل نہیں ہوسکی جس کی یہ حقدار تھی صرفِ نظر کی ایک دوسری وجہ یہ بھی رہی کہ مرثیہ نے بزم کی زیبائشوں سے زیادہ رزم کی آرائشوں کی ضرورت پر زور دیا، جس کے سبب مرثیہ سے وہ ہی صاحبان نظر جڑے جو عملی اور انقلاب پرور زندگی کے حامی بنے اور عالمی امن کے لئے ایک تشخص کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ سوداؔ نے مرثیہ کو مسدس کی ہیئت دی اور ان کے بعد آنے والے مرثیہ نگاروں نے مرثیہ کو ندرت، صنعت، اسلوب فکر اور مواد کے باعث خوب سے خوب تر بنا دیا۔ ان شعراء کی خودی، تخلیقی، فنی مہارت، داخلی و خارجی نفسیاتی تاثرات کے اظہار نے مرثیہ کے نئے نئے سنگ میل قائم کئے۔ مسدس کی فورم میں انیسؔ و دبیرؔ تک آتے آتے مرثیہ ایک ایسا مرقع بن گیا جس میں رائج الوقت جملہ اصناف سخن سماتی چلی گئیں۔ نتیجتاً مرثیہ ہر صاحب مذاق کی کشش کا سبب بنتا ہوا اپنے ہمہ گیر کمال کے باعث ہر صنف پر چھا گیا۔ یہ حقیقت بھی روشن ہے کہ کسی بھی ایک فن اور ایک صنف کا بڑے سے بڑا شاعر انیسؔ کی عظمت تک آج بھی نہیں پہنچ سکتا۔

مرثیہ حق گوئی کا ایک آئینہ ہے اور آئینہ وہ ہی دیکھتا ہے جس میں اپنے عکس سے آنکھ ملانے کی ہمت ہوتی ہے۔ آئینہ بگڑی ہوئی صورت سنوارنے پر مجبور کرتا ہے۔ مرثیہ کی یہ عکسی خوبی صرف مظلوم نوازوں ہی کو پسند آتی ہے ظلم پروروں کو نہیں۔

مرثیہ کی ادبی، عملی اور باطنی روایت کو بیسویں صدی میں انیس العصر حضرت مہدی نظمیؔ نے جس کمال فن کے ساتھ آگے بڑھایا ہے اس کے نقوش زیر نظر مرثیوں میں جلوہ گر ہیں۔ اس مجموعہ کے علاوہ بھی مہدی نظمیؔ کے متعدد مرثیے کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں یہ کتابیں ہیں۔ ''مظلوم کربلا'' ''نذر اہلبیتؑ'' ''بوتراب و بت شکن'' اور ''نوائے وقت'' ان کتابوں کے علاوہ ایک مرثیہ ''ابوالفضل العباسؑ'' اور ایک مرثیہ ''شیر خوار'' بھی ہے۔ لیکن یہ دونوں معرکتہ الآرا مراثی باوجود تلاش بسیار ابھی تک نہیں مل پائے ہیں۔

مہدی نظمیؔ محض ایک شخصیت کا نام نہیں بلکہ علم و ادب کے اس بڑے کتب خانے کا نام ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی دو سو سولہ کتابیں اپنے حسن کے ساتھ اس ترتیب سے رکھی گئی ہیں جو مذہب، ادب اور سماج تک پرواز فکر کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ پیش کرتی ہیں۔ دماغ یہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ ایک شخص کے فانوس ذہن و خیال میں علوم و فنون اور حکمت و دانش کی اتنی شمعیں کیسے فروزاں ہوئیں اور ہر شمع کا رنگ کیوں کر مختلف ہوا۔ فکر و فن کی بساط پر مہدی نظمیؔ کی فصیح البیانی نے سچے موتیوں کو لڑی میں ایسے عالمانہ ڈھنگ سے پرویا ہے کہ اس کا ہر ایک منکا اپنی چمک سے لڑی میں پروئے

رہنے کا احساس پیدا کراتا ہے۔شاعری کی ہر صنف میں مہدی نظمیؔ نے اپنی فکر کے جوہر دکھائے ہیں ۔غزل کے آئینہ میں جب ہم مہدی نظمیؔ کے کلام کو دیکھتے ہیں تو ادب کی وہ تہذیب جلوہ گر نظر آتی ہے جو دوسری تہذیبوں کو سینے سے لگاتی ہے اور اس کا رشتہ اپنے ماسبق سے وابستہ ہو جاتا ہے ۔غزل کی وہ خوبی جو گفتگو کے آداب سکھاتی ہے مہدی نظمیؔ کی غزل کی شناخت ہے ؎

کریم غیر کے آگے نہ ہاتھ پھیلا کر
بچا رہا ہوں ابھی تک تو آبرو تیری

''غزل محل'' اور''غزل غزل'' میں ایسے ہی اشعار سے آراستہ مہدی نظمیؔ کی غزلیں ان کی قادر الکلامی اور زبان و بیان کی بہترین مثالیں ہیں ۔قصیدہ نگاری کے پیرائے میں دیکھئے تو مہدی نظمیؔ کی حیثیت موجد و مفکر سی ملے گی ۔ایک ہی لفظ کی تکرار سے اشعار اور اظہار میں جو حسن پیدا کیا ہے وہ زبان پر ان کی قدرت کاملہ کا بڑا ثبوت ہے ۔دوسری بات یہ کہ نئی ترکیبیں اور نئی تشبیہیں سامنے لا کر ادب جدید میں خطیر اضافے کئے ہیں ۔کربلا کے معصوم مجاہد علی اصغرؑ کی شان میں بہتر اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس کے ہر مصرع کا آغاز ''کلی'' لفظ سے ہوتا ہے۔اور ہر مصرع کی کلی کو نئی معنویت دی ہے، قادر الکلامی کی بہترین مثال ہے اسکے دو شعر دیکھئے ؎

کلی ہوتی ہے تکمہ محرم دو شیزہ گل کا
کلی بند قبائے یوسف بازار ہوتی ہے
کلی نخچیر کرتا ہے شعاع مہر کا ناوک
کلی اپنے لہو میں ڈوب کر گلنار ہوتی ہے

نئی تشبیہات، استعارات، تلمیحات، صنائع لفظی و معنوی، تاریخ وروایت وغیرہ وغیرہ۔غرض فکر و فن کی جملہ خوبیاں مہدی نظمیؔ کے کلام کی شناخت ہیں ۔۴۳۸ بندوں میں مشتمل مسدس کی ہیئت میں ان کی رزمیہ نظم ''ہندوستان'' کو پڑھ کر سابق صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین نے مہدی نظمیؔ کو''شاعر ہندوستان'' کی شناخت دی تھی ۔دوسری نظموں کی کتاب ''ہندوستان ارم نظیر'' پر روز نامہ ''پرتاپ'' کے ایک اداریہ میں کہا گیا تھا کہ''بھارت میں ایک نیا کلچر جنم لے رہا ہے اس کلچر کے مہدی نظمیؔ بہت بڑے نقیب ہیں۔''

مہدی نظمیؔ کی شاعری اردو کے سیکولر کردار اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیب کی توثیق بھی ہے اور تصدیق بھی ۔غزل، نظم، قصیدہ، مسدس، قطعہ، رباعی ،منظوم ریڈیو فیچرس،منظوم تاریخ اور مثنوی ،غرض ہر صنف میں انہوں نے طبع آزمائی کی اور ہر صنف میں اپنی الگ پہچان بنائی ۔حضرت عیسیٰ کی حیات پر''ابن آدم'' بھگوان رام کی عظمت پر''منظوم رامائن'' اور گرو نانک صاحب کی زندگی پر''نذر نانک'' جیسی تصنیفات جو مثنوی کی ہیئت میں مہدی نظمیؔ کی وسیع المشربی کی بھی بہترین مثال کہی جائیں گی۔

کئی بار دہلی، بریلی اور حیدرآباد یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے اردو کے کچھ پروفیسر صاحبان نے مجھے لکھا تھا کہ اپنے یہاں مہدی نظمیؔ صاحب کی اردو خدمات پر تحقیقی کام کرانا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ریسرچ اسکالروں کو میٹر فراہمی میں دشواری آ رہی ہے چنانچہ میں نے اور مہدی نظمیؔ کے پسر اکبر برادرم شبر نظمی صاحب نے ''مہدی نظمی فن اور شخصیت'' کتاب کی اشاعت کی جس میں ہندوستان اور پاکستان کے نامور قلمکاروں کے ان مقالوں کو شامل کیا گیا جو انھوں نے ۱۹۸۶ء میں منعقدہ ''جشن مہدی نظمیؔ'' سمینار میں پیش کئے تھے۔اس کتاب کی ادبی حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی ہوئی اور ہندوستان اور پاکستان میں کتاب ہاتھوں ہاتھ لی گئی ۱۹۹۹ء میں اس کتاب کا ہم نے دوسرا ایڈیشن بھی شائع کر دیا تھا۔بعد کو مہدی نظمی میموریل سوسائٹی کے سالانہ ادبی تقریبات کے دوران ہم نے خراج خلوص کے عنوان سے جو سوینیر شائع کئے ان میں مہدی نظمیؔ کی حیات اور خدمات پر پروفیسر محمد حسن، پروفیسر گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر گلزار زتشی

،ڈاکٹر تو قیر احمد، صالحہ عابد حسین، رفعت سروش، ڈاکٹر جاوید وششٹ، ڈاکٹر صفدر علی بیگ، سید بادشاہ حسین کراچی، عادل صدیقی، علامہ اختر زیدی، لئیق اختر فیض آبادی، راحت عزمی، اوم پرکاش نامی، ذہین نقوی، متین باغپتی، رضی بدایونی، ڈاکٹر فاروق بخشی، ابرار کرتپوری اور راقم الحروف (ناشر نقوی) وغیرہ کے نہایت معلوماتی مضامین شامل کئے تھے۔ مستقبل میں ہماری کوشش ہوگی کہ ان اوران جیسے دوسرے مضامین کو بھی کتابی صورت میں سامنے لایا جائے تا کہ ادب سے بھی انصاف ہو سکے اور تحقیقی کام کرنے والوں کو بھی سہولت فراہم ہو سکے۔

مہدی نظمی کے یہ وہ عزیز ہیں جنھوں نے ادب اور سماج میں اپنی انفرادی شناخت بنائی جیسے حسینی شاعر علامہ فضل نقوی لکھنوی، شمس العلماء سید سبط حسن، عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین۔ جن کے دو نامور فرزند مولانا سید کلب عابد اور ڈاکٹر مولانا کلب صادق ہیں (چچا) سید کامل حسین کامل لکھنوی (خسر) معروف مزاحیہ شاعر ناظر خیامی اور ساغر خیامی کے علاوہ شمسی آرٹس کے پروپرائٹر سید شمس الحسن شمسی اور شہر یار عزمی (چاروں سگے بھائی) مہدی نظمی کی دو بیویوں میں سے ایک ہاشمیہ کامل سیما نظمی بھی شاعرہ ہیں۔ چار بیٹیوں میں سے دو پاکستان اور دو ہندوستان میں ہیں موصوف کے پانچ بیٹے ہیں جن میں شبر نظمی پسر اکبر ہیں۔ مہدی نظمی نے کسی کو بھی باقاعدہ اپنا شاگرد نہیں بنایا۔ البتہ راقم الحروف کی یہ خوش قسمتی رہی کہ اسے موصوف نے بڑے بیٹے کا درجہ دیکر اس کی ذہنی نشوونما اور شخصیت سازی کی۔

۲۳ر اپریل ۱۹۲۳ء کو لکھنؤ کے خاندان اجتہاد میں پیدا ہوئے اور تیس مئی ۱۹۸۷ء کو اس جہاں فانی سے رخصت ہونے والے تاریخ ساز شاعر، صحافی، ادیب اور خطیب کی دنیاوی زندگی صرف اتنی ہی رہی جتنی اللہ کے محبوب خاتم المرسلینؐ کی۔ اس بامقصد عرصۂ حیات میں مہدی نظمی نے ادب اور سماج کو جو نہج دی ہے اس کی حفاظت اور اشاعت ہمارا فریضہ ہے۔ ہماری مقدور بھر کوشش ہے کہ ادب و قوم کی عظیم ہستیوں کے اظہار اور کردار سے نئے شعور کو بیدار اور گلزار کر سکیں۔ ✿✿✿

(بقیہ صفحہ ۳۰ر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کربلا کی یادگار پیاس)

میرا باپ فدا ہو ان پیاسے نفوسؑ پر جو شہید ہو گئے اور پانی سے سیراب نہ ہوئے۔ اسی شاعر نے دوسرے مرثیہ میں یوں کہا ہے:-

لَمْ اَنْسَ يَوْمًا لِلْحُسَيْنِ وَقَدْ ثَوٰى
بِالطَّفِّ مَسْلُوْبَ الرِّوَاْعَ صَرِيْعاً
ظَمَآً مِنْ مَآئِ الْفُرَاتِ مُعَطَّشًا
رَيَّانَ مِنْ غُصَصِ الْحُتُوْفِ نَقِيْعًا
يَرْنُوْا اِلٰى مَآئِ الْفُراتِ بِطَرْفِهٖ
فَيَرَاهُ عَنْهُ مُحَرَّمًا مَمْنُوْعًا

''نہیں بھولا ہوں وہ دن جب حسینؑ نے خاک کربلا پر آرام کیا اس طرح کہ لباس ان کا لوٹ لیا گیا، افسوس وہ فرات کے پانی سے پیاسے رہے اور موت کے ساغر سے سیراب ہوئے وہ فرات کے پانی کو بغور دیکھتے تھے تو اسے اپنے لئے حرام اور ممنوع پاتے تھے۔''

ظاہر ہے کہ ان ابتدائی صدیوں میں جب کہ سلطنت باطل کا جبر موالیان اہلبیتؑ کو تذکرۂ اہلبیتؑ کے اظہار سے مانع تھا، جب تشنگی امام حسینؑ کا تذکرہ اس تواتر کے درجہ تک پہنچا ہوا نظر آتا ہے تو بعد کی صدیوں میں جب مظالم کربلا کے تفصیلات کی اشاعت میں بہت اضافہ ہو گیا تشنگی امامؑ کی نمایاں مصیبت کب مخفی رہ سکتی تھی، چنانچہ وہ ہر دور میں اپنی اس متواتر اور قطعی حیثیت پر باقی رہی، اور آج بھی باقی ہے اور کربلا کے دلدوز جگر سوز واقعہ کے خصوصیات میں ایک نمایاں درجہ رکھتی ہے۔



یہ مقالہ 'متعدد اخباروں' میں شائع ہونے کے بعد 'امامیہ مشن' لکھنؤ کی جانب سے کتابی صورت میں محرم ۱۳۷۹ھ/۱۹۵۹ء میں اشاعت پذیر ہوا (سلسلہ اشاعت نمبر ۲۷۹)۔ اس کے بعد ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء اور ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء میں اس کے 'طبع دوم' اور 'طبع سوم' (Reprint) نکالے گئے۔ اور اب اسے 'شعاع عمل' کے قارئین کے لئے 'شعاع عمل' میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)